جذبہ رکھتے ہوں ...... مجموعی تاثر مثبت ہو' مایوسی یا بددلی پیدا نہ کرتا ہو۔

اس انتخاب کا دائرہ ۱۹۴۵ء سے ۱۹۹۰ء تک کا زمانہ ہے۔ اور کسی گروہ بندی کا خاص لحاظ نہیں رکھا گیا۔ غلام عباس کا نام سب سے پہلے ہے' سعادت حسن منٹو بھی موجود' الطاف فاطمہ' احمد ندیم قاسمی' آشم مرزا' مسعود مفتی' غلام محمد' انتظار حسین' انور عنایت' غلام الثقلین نقوی اور دوسرے متعدد نام شریکِ مجموعہ ہے۔

مسعود مفتی کے افسانے میں بنگلہ دیش کے حالات کی بڑی حقیقت نگاری ہے' خصوصاً تعلیم کے راستے سے کس طرح نقب لگائی گئی۔ کاش کہ کوئی صاحب "بنگلہ دیش کے بننے میں نظامِ تعلیم کا حصہ" پر اس کی روشنی میں مضمون لکھیں' یا اسی کتاب کی متعلقہ عبارت کو نقل کر کے شائع کر دیں۔

ان افسانوں میں بعض کا تعلق ۱۹۴۷ء کی داستانِ خونیں سے ہے' بعض کا بنگلہ دیش کے سانحہ سے' بعض کا جہادِ ستمبر ۶۵ء سے اور بعض خود پاکستان کے اندر ہی نشوونما پاتے ہیں۔

لسانیت' صوبائیت اور زمین پرستی کے افتراق انگیز اور تصادم انگیز فاسد نظریات کے خلاف ان افسانوں میں بڑا لطیف مواد بھرا ہوا ہے۔

افسوس کہ ایوانِ ادب کے درویشوں سے ایک اس کتاب کی اشاعت کے بعد چل بسا' یعنی نورالعین نوید۔ خدا مغفرت کرے۔

درونِ روس: از حکیم محمد سعید صاحب ۔ ناشر: ہمدرد فاؤنڈیشن پریس۔ ناظم آباد' کراچی ۷۴۶۰۰۔ عمدہ کاغذ و طباعت' نفیس جلد بندی' صفحات ۳۶۰' قیمت ۱۲۵ روپے۔

حکیم محمد سعید صاحب کے بیک وقت تگ و تاز کے کئی میدان ہیں جن میں ان کی قلمرانی کی تاخت و تاراج کا وسیع دائرہ بھی ہے اور پھر اس دائرے میں ایک اور دائرہ سفرنامہ نگاری کا ہے۔ سفرنامہ نگاری کے اس دور میں جبکہ اس شعبے کی رنگارنگ اصناف نمودار ہو چکی ہیں' کمال یہ ہے کہ حکیم صاحب کا اپنا ایک منفرد انداز ہے۔ اسے آپ حکیمانہ انداز کہہ لیجیے' یا ہمدردانہ انداز یا سعیدانہ انداز۔ پھر رنگ ہے بہت مختلف۔ وہ سفر کرتے ہوئے ساتھ قارئین کو ذہنی سفر بھی کراتے ہیں' جغرافیے اور موسم کے علاوہ تاریخ سے بھی آگاہ کرتے ہیں۔ ضرورت پڑے تو سیاست کو بھی نہیں بخشتے۔ میوزیم اور عجائب گھروں اور مخطوطات اور لائبریریوں کے تو شیدائی ہیں۔

پھر شخصیات اور حلقہ ہائے تعارف کے قدرداں اور نئے رابطے پیدا کرنے کے ماہر۔
اپنی بیگم کے نام سے کتاب کو معنون کرنے کے لئے چند جملے لکھے۔ کتنے دلکش اور دردناک ہیں۔ مثلاً "ان بے چاری کے پاس محبت کے سوا تھا بھی کیا"۔ "میں نے مرحومہ کے لئے کیا کیا"۔ "نعمت بیگم میں شرمسار ہوں"۔ اعلیٰ شریف گھرانوں میں یہی ہوتا ہے کہ خاتونِ خانہ کی طرف سے اتنا ایثار ہوتا ہے کہ تنہا ہو جانے کے بعد مرد اسی احساس میں ڈوب جاتا ہے کہ "میں نے کیا کیا۔ میں شرمسار ہوں"۔
کتاب کے ساتھ مکتوب میں لکھا کہ ریگن گورباچوف ملاقات میں سرفہرست یہ نکتہ رہا ہے کہ کرۂ ارض پر مسلم طاقتوں کی بیداری اور عروج کی مساعی کو دبا دیا جائے۔ آخر میں لکھا ہے کہ اس کتاب سے میرا مقصد یہ ہے کہ (روس سے) خارجہ تعلقات کی استواری کی فکر کی جائے۔
پھر لکھا ہے کہ یہ خطرہ یہاں محسوس کیا جا رہا ہے کہ آج سے ۱۵-۲۰ سال بعد مسلمان اکثریت میں ہو جائیں گے (ص ۴۱)۔ خیال رہے کہ آبادی کا تعلق ملکی اور بین الاقوامی سیاست سے بھی ہے۔ صرف روٹی سے نہیں۔
سفرِ روس ۱۹۸۹ء میں کیا گیا۔ ۱۹۹۰ء میں یہ کتاب لکھی گئی اور ۱۹۹۱ء میں شائع ہوئی۔ حیرت ہوتی ہے کہ حکیم سعید صاحب نے ۱۹۸۹ء کے مطالعۂ روس ہی میں وہ انجام دیکھ لیا جو ۱۹۹۱ء میں سامنے آیا (ص ۴۷) نظریات لینن شکست کھا جائیں گے (ص ۴۸) اسلام کو "تہذیب ساز مذہب" کہہ کر اس کی تین صفات بتائی ہیں: (۱) انسان دوستی (۲) تہذیب سازی (۳) ہم زیستی۔
روسی وزارتِ خارجہ کے وی پیروف سے حکیم صاحب کی بہت مفصل گفتگو روس، افغانستان، پاکستان اور امریکہ کے موضوع پر ص ۷۸ سے شروع ہو کر چند صفحات تک جاتی ہے۔ روسی فوج کا حالِ زار (۹۳-۹۴) پر ملاحظہ فرمایئے۔
اب سفرنامے کا دوسرا دریچہ کھولتے ہیں۔ البیرونی انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹل اسٹڈیز تاشقند میں حکیم صاحب نے اچھا خاصا وقت گزارا۔ عمارت اور لائبریری کا قصہ تو بجائے خود دلچسپ ہے ایک لاکھ کتابوں کے ساتھ کوئی ۲۰ ہزار مخطوطات کا خزانہ محفوظ ہے۔ "میں ان کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ کیا سلیقہ ہے۔ کیا علم کی قدر ہے، سبحان اللہ!" مالی مشکلات کے باوجود ان مخطوطات پر مبنی گیارہ سو کتابیں انسٹی ٹیوٹ چھاپ چکا ہے۔ دنیا میں کم و بیش ۳۰ لاکھ مخطوطات اسلامی علماء و حکماء کے بنیادی علمی کارناموں کے شاہد ہیں۔ "میں نے یہ مشورہ دیا تھا کہ اگر ۴۲ مسلم ممالک یہ فیصلہ کرلیں کہ وہ ہر سال کم از کم اپنے ۵۰ نوجوانوں کے لئے ڈاکٹریٹ کی تعلیم کا اہتمام کریں

اور ایک ایک مخطوطہ ہر ایک کو ڈاکٹریٹ کے بدلے حوالے کر دیں تو ہر سال سینکڑوں مخطوطات کے مشمولات سامنے آجائیں گے .... میری اس تجویز کا ذرہ برابر نوٹس نہیں لیا گیا۔" (ص ۱۹۳) صرف ترکی میں ۴ لاکھ مخطوطات موجود ہیں مگر ان سے استفادہ نہیں ہو رہا۔

پھر حکیم صاحب نے ۱۵ ویں صدی ہجری کا آغاز کھوکھلے جشنوں سے کرنے کے بجائے تجویزیں دیں مگر وہ بھی نہ چل سکیں۔ ایک تجویز یہ تھی کہ اسلام کی پہلے سے شائع شدہ اہم کتب میں سے ایک سو کا انتخاب کریں جو مختلف علوم و فنون کے متعلق ہوں اور دس بارہ اہلِ علم کو وظائف دے کر ان کے انگریزی ترجمہ کی مہم میں لگا دیں۔ منصوبہ "ایک سو کتابیں" کا کام شروع بھی ہوا مگر پھر ٹائیں ٹائیں فش!

جناب یہ قوم ٹھہراؤ اور جماؤ کے ساتھ کسی ٹھنڈے یا لمبے منصوبے پر کام کرنے کی اہل نہیں!

یہ تو وہ ایک نمایاں باتیں سامنے آگئیں۔ حکیم صاحب تو قارئین کو سیر بہت کراتے ہیں، مناظر دکھاتے ہیں، ضیافتوں میں شریک کرتے ہیں جہاں کھانا تو نہیں ملتا، البتہ بہت سے تعارف اور بہت سی باتیں معلوم ہو جاتی ہیں۔

کتاب کا مقصدِ مضمر روس کے اشتراکی نظام کی شکست و ریخت سے پہلے یہ تھا کہ پاکستان کو روس کی جانب بھی تعلقات استوار کرنے کی فکر کرنی چاہیے۔ اور اب جبکہ روس میں سیاسی و معاشی انہدام واقع ہوا ہے، ہمیں روس سے بھی خیر سگالی کی راہیں نکالنی چاہئیں اور علی الخصوص آزاد مسلم ریاستوں سے نہایت گہرے روابط استوار کر کے انھیں اسلام کی ابجد سے لے کر اسلام کے نظامِ حیات اور اس کے طریقِ انقلاب تک ہر پہلو سے انھیں تعلیم اور مشورے دینے چاہئیں۔ بلکہ اقتصادی لحاظ سے غیر معمولی توجہ کرنی چاہیے۔

تاجدارِ حرمؐ: از جناب اثر فاضلی۔ ناشر: ادارۂ فکر و نظر، ۱۰/۸ A بلاک ایل، نارتھ ناظم آباد، کراچی۔ کاغذ سفید۔ صفحات ۳۱۲۔ مجلد مع رنگین گرد پوش۔ قیمت ۶۰ روپے۔

عقیدۂ اتباعِ اسوۂ رسالتؐ اور جذبۂ حبِ نبیؐ کے زیرِ اثر سیرتِ محمدیہؐ پر ہر سال کئی کتابیں شائع ہوتی ہیں۔ اور یہ اچھا ہے کہ نبیؐ آخر الزماں کے بارے میں بار بار لٹریچر نمودار ہوتا رہے۔

اثر فاضلی صاحب نے آیات و احادیث درج کر کے متعلقہ احوال و واقعات بیان کئے ہیں اور